لمحۂ فکریہ

(ہمیں کس وسیع محاذ کا سامنا ہے؟)

(نعیم صدیقی، ایڈیٹر سیارہ لاہور)

[اس مضمون (اور بعض دوسری تحریروں کو) حالیہ سفرِ حجاز سے قبل میں نے اس خیال سے لکھا تھا کہ شاید کچھ ایسے مواقع پیش آئیں کہ دل کی باتیں تذمدرۃً عرض کی جاسکیں اور اپنا دردِ نہاں اپنے عرب بھائیوں کے سامنے پیش کیا جا سکے۔ مگر بدقسمتی سے نہ تو ان چیزوں کا عربی یا انگریزی میں ترجمہ کرانے کا وقت ملا، اور نہ مختصر سے مصروف زمانۂ سفر میں ایسا کوئی موقع پیدا ہوا کہ اس مضمون یا کسی دوسری تحریر کو پیش کیا جائے۔ اب تلافی کی یہی صورت باقی ہے کہ اسے اردو میں ہی اشاعت میں لے آیا جائے اور پاکستان ہی سے اپنا پیغام برادرانِ عرب اور اخوانِ عالمِ اسلام تک پہنچانے کی کوشش کی جائے۔ شاید خدا کے کچھ بندوں کے لیے یہ تحریر غور و فکر کی تحریک کا ذریعہ بن سکے۔]

ہم مسلمانانِ عالم جہاں کہیں ہیں، اپنی کثیر تعداد اور آزاد حکومتوں کے باوجود زخم رسیدہ ہیں اور لاینحل قضیوں سے دوچار ہیں۔ فلسطین پر جو گزری اور مصر اور اُردن کو جو کچھ بھگتنا پڑا، اسی کے ساتھ کشمیر اور بھارت کے مسلمانوں کے حالِ زبوں کا تصور کیجیے کہ ان پر ہندو غنڈوں کے ہجوم جب چاہتے ہیں حملہ آور ہوتے ہیں، گھروں کو جلاتے ہیں، نوجوانوں کو ذبح کرتے ہیں، عورتوں کی عصمتیں تاراج کرتے ہیں۔ اور پولیس اور فوج اور عدالتیں اور اسمبلیاں بے بس ثابت ہوتی ہیں۔ پھر اریٹریا، نائیجریا اور فلپائن کے مسلمانوں کے ابتلا کا تصور کیجیے۔ پھر یاد کیجیے کہ قبرص میں ہمارے ترک بھائی مصائب کی کیسی بھٹیوں میں تپائے جاتے رہے ہیں۔

ایک مربُوط محاذ

ہمارے یہ تمام قضیے بظاہر جُدا جُدا دکھائی دیتے ہیں، اور ہر جگہ زیادتی کرنے والا ایک نیا فریق ہمارے سامنے آتا ہے۔ مگر فی الحقیقت یہ سارے قضیے ایک ہی سلسلہ کی کڑیاں ہیں۔ اور ہمارے جسمِ ملّت کے سارے زخم ایک ہی پروگرام کے تحت اس طاقت کے لگائے ہوئے ہیں جسے الکفر ملۃ واحدۃ کا عنوان دیا گیا ہے۔ یہ سارے کرشمے مختلف عالمی طاقتوں کی مسلم دشمن اسکیموں کا نتیجہ ہیں اور ان ساری اسکیموں کی کڑیاں مل کر ایک بڑے منصوبے کے تحت جمع ہو جاتی ہیں۔ اس مسلم دشمن منصوبے میں صیہونیت، مغربی سرمایہ دار قومیں، عیسائی تعصب، تنگ نظر ہندو کی مخالفتِ اسلام اور کمیونزم کے ملحدانہ رجحانات سب مل جُل کر ایک ہو جاتے ہیں۔

ذرا سوچیے کہ یہ کتنی عجیب صورتِ حالات ہے کہ بھارت مسکرا مسکرا کر اپنی مسلم اقلیت کے خون سے رنگے ہوئے ہاتھ عربوں کی طرف مصافحہ کے لیے بڑھاتا ہے اور ان کے اندر اپنی منڈیاں تلاش کرتا ہے، مصر سے کھلے کھلے سفارتی اور تجارتی روابط بھی استوار کرتا ہے[1]، اور دوسری طرف اسرائیل سے گہری دوستی کے تحت ساز باز بھی کرتا رہتا ہے اور لین دین بھی۔ روس عربوں کے سر پر بھی ہاتھ دھرتا ہے اور ادھر اسرائیل کے قیام کی حمایت سے لے کر اس کے مستقبل کے لیے تحفظِ وجود کی ضمانت دینے میں پیش پیش ہے۔ وہ امریکہ اور مغربی قوموں کے

---

[1] مصر میں حال ہی میں گاندھی جی کی برسی بھی منائی جا رہی ہے اور ایک سڑک کا نام "گاندھی روڈ" رکھا جا رہا ہے۔

سامراجی مفادات اور ان کے اڈوں کی مخالفت بھی کرتا ہے۔ اور دوسری طرف خود اپنے سامراجی مفاد کے جال مشرقِ وُسطیٰ میں پھیلا رہا ہے اور اپنے لیے اڈے فراہم کر رہا ہے۔ اسی طرح امریکہ ایک طرف عرب ریاستوں سے کاروباری فائدہ بھی اٹھاتا ہے، انہیں تھوڑا بہت دفاعی سامان دینے کی نوازش بھی کرتا ہے۔ مصر کو اقتصادی تعاون بھی بہم پہنچاتا ہے، اور یہودیوں کا سرپرست اور معاون نمبر ایک بھی ہے۔ شاہ ہیل سلاسی افریقی اتحاد کے لیے کام کرتا ہے، صدر ناصر اور اسرائیل سے بیک وقت دوستانہ رابطے نبھاتا ہے اور اریٹریا کے مسلمانوں کے لیے عرصۂ حیات بھی تنگ کیے ہوئے ہے۔ ان اجمالی اشارات سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ صہیونیت اور سرمایہ داری میں، صہیونیت اور کمیونزم میں، کمیونزم اور سرمایہ داری میں، یہود اور ہنود میں، میکاریوس اور اسرائیل میں، میکاریوس اور ہیل سلاسی میں جو پُراسرار رابطے ہیں وہ مسلم دشمن عناصر کی سازشی ڈوریوں کو ایک دوسرے سے گرہ دے کر ایک غیر محسوس متحدہ محاذ بنائے ہوئے ہیں۔

اقوامِ متحدہ کا اسٹیج

اسی پُراسرار مسلم دشمن محاذ کی ذہنیت اقوام متحدہ کے اسٹیج پر بے نقاب ہو کر سامنے آتی ہے۔ یہ ادارہ چند عالمی طاقتوں کے مفاد کی ایک کاروباری فرم بن کر رہ گیا ہے۔ اس تنظیم کی عمر تقریباً چوتھائی صدی ہے۔ مسلمان ممالک کے بارے میں اس لمبے دور کی پالیسیوں کا خلاصہ دو نکات میں بیان کیا جا سکتا ہے۔ ایک یہ کہ جب کبھی کسی مظلوم مسلمان ملک کی طرف سے اپنا چھنا ہوا حق خود اقوامِ متحدہ کے اصولوں کے مطابق طلب کرنے کی آواز اٹھائی گئی ہے۔ تو اوّل تو اسے سازشی طاقتوں کے اکثریتی دباؤ سے دبا دیا گیا ہے، لیکن اگر کوئی ریزولیوشن پاس کرنا لازم ہو گیا، یا کوئی فیصلہ کرنا ہی پڑا تو بلا استثناء کسی معاملے میں وہ نہ تو مسلّمہ اصولوں کے معیار پر پورا اُترا اور نہ مسلمانوں کے جائز مفاد سے مطابقت پا سکا۔ بالعموم ایسے تمام فیصلے مسلمانوں کے لیے مزید پیچیدگی کا پیغام لے کے آئے جن کے نتائج وہ مختلف خطوں میں سالہا سال سے بھگت رہے ہیں۔ دوسری قابلِ توجہ بات یہ ہے کہ اقوامِ متحدہ کی لمبی تاریخ میں اگر کوئی ریزولیوشن یا فیصلہ ایسا پاس کیا گیا جو مسلمانوں کے لیے مفید ہونے کا امکان رکھتا ہو تو اسے جامۂ عمل پہنانے سے گریز کرتے کرتے، وقت گزار کر سرد خانے میں دفن کر دیا گیا۔ اور اس سنہری پالیسی کا سہرا ان طاقتوں کے سر بندھتا ہے جن میں سے ایک نے اقوامِ متحدہ سے پروانہ حاصل کر کے کوریا اور ویت نام

میں قوم کے جان ومال کی بازی بلانا خیر لگادی، اور دوسری نے چیکوسلاواکیہ میں آناً فاناً فوجی تاخت کردی، اور اس بات کی ضرورت کبھی نہیں سمجھی کہ عالمی اور بین الاقوامی مسائل کا پُرامن فیصلہ کرنے کے لیے جس مقدس ادارے کی محروہی ناسبیس کی تھی، پہلے معاملہ اس کے سامنے رکھا جائے۔

اسرائیلی ریاست سے لے کر اقوام متحدہ تک جن طاقتوں کا یہ طرزِ عمل رہا ہے، آج وقت ہے کہ ان کے عالمگیر مسلم دشمن منصوبے کو پوری طرح سمجھ لیا جائے۔ مسلمانوں کو کمزور بنا کر انہیں زیر اثر رکھنے، اور ان کو ایک متحدہ حریف قوت بننے سے روکنے کے لیے حسبِ ذیل تدابیر عمل میں لائی جا رہی ہیں، جو مل کر اس وسیع منصوبے کی تکمیل کرتی ہیں جس کا سامنا سارا عالمِ اسلام کر رہا ہے:۔

علمی وفکری محاذ ان طاقتوں کا ایک محاذ علمی وفکری محاذ ہے یعنی مختلف علوم وفنون پر ایسا لٹریچر، کتب اور رسائل کی شکل میں مسلمان ملکوں میں سیلاب کی طرح آرہا ہے جس میں تمام مسائل کو ملحدانہ اور مادہ پرستانہ نقطۂ نظر سے زیرِ بحث لایا گیا ہے۔ اسی رنگ کا مواد نصابی کتب یا امدادی نصابی کتب میں بھی بھرا ہوا ملے گا۔ یہ علمی و فکری حملہ ایسے تابڑ توڑ اور مرعوب کُن انداز سے جاری ہے کہ مسلمانوں کے اندر بیرونی علوم و افکار کے خلاف جذبۂ تنقید سر نہیں اٹھا سکتا، بلکہ اُلٹا وہ صرف اندھی تقلید کی راہ اختیار کر لیتے ہیں، بلکہ غیر اسلامی اور خلافِ اسلام علوم و افکار کے وکیل اور مبلغ بن جاتے ہیں۔

دوسری طرف مستشرقین کا ایک لشکر کا لشکر اسلامی موضوعات ـــــ قرآن، وحی، رسالت، سیرت، تاریخ، سیاست، خلافتِ راشدہ، اقتصادی نظام، اور عمرانیات ـــــ پر ایسی کتابوں کے ڈھیر کے ڈھیر تیار کر کے ہمارے ہاتھوں تک پہنچا رہا ہے جن کو پڑھ کر اسلام ناآشنا یا محدود مطالعہ رکھنے والے مسلمان لیڈر اور افرادِ معلم اور طلبہ اور اخبار نویس اور ادیب اسلام کے متعلق اس ایمان و اعتماد سے محروم ہو جائیں جو ان کا سرمایۂ حیات ہے۔

نظریاتی محاذ ایک محاذ نظریاتی محاذ ہے یعنی سرمایہ دار اور کمیونسٹ ممالک اپنے اپنے ہم خیال (یا قریب الخیال) گروہوں کو بہتر ڈپلومیٹک تعلقات کے سائے میں اپنی سرپرستی مہیا کرتے ہیں، اور ان کی ہر طرح پشت پناہی کر کے انہیں مضبوط بناتے ہیں۔ سامراجی قوتوں کے ذہنی مریدوں کے یہ حلقے اپنے ممدوحین کے لیے عوام میں میدان ہموار کرتے ہیں، اور قدرتی طور پر ان مساعی کی وجہ سے نظریۂ اسلامی اور اس کے علمبرداروں کی قوت کو نقصان پہنچتا ہے

محاذِ نفوذ یہ عالمی طاقتیں مسلمان معاشروں میں سے ایسے علمی اداروں، اشاعتی تنظیموں اور مذہبی فرقوں کو چھانٹ چھانٹ کر ان کی سرپرستی و حمایت کرتی ہیں اور ان کو ترقی پسند اور علمبردارانِ جدت قرار دے کر ان کو اہمیت کا مقام دلواتی ہیں جو مسلمانوں کے اساسی معتقدات کو متزلزل کرنے کے لیے مختلف فکری، اعتقادی، کلامی اور ثقافتی فتنوں کو نشو و نما دیتے ہوں۔

ان عالمی طاقتوں کی ایک کوشش ہر مسلمان ملک میں یہ ہوتی ہے کہ وہ نظامِ تعلیم میں دخیل ہو کر اسے اپنے ڈھب پر رکھنے کی کوشش کریں۔ اس کام کے لیے کبھی ملکی سطح پر اور کبھی عالمی سطح پر تعلیمی کانفرنسیں منعقد کی جاتی ہیں، کہیں ماہر مشیر تعلیمی پالیسی بنانے والے اداروں کے اندر سے اثر ڈالتے ہیں، کہیں قومی تعلیم گاہوں کے متوازی بالکل دوسرے رنگ کی شاندار درسگاہیں کھولی جاتی ہیں۔ اس تعلیمی پروگرام کا ایک اہم جزو یہ ہے کہ مسلمان ممالک میں مخلوط تعلیم کو رائج کیا جائے اور اس تجربے سے کنارہ کشی کو ان کی نگاہوں میں خوفناک قسم کی پسماندگی کی علامت بنا دیا جائے۔ اور اس مخلوط تعلیم کے پورے ثمرات حاصل کرنے کے لیے تعلیمی اداروں میں مخلوط غسل کے لیے تالاب بھی بنوائے جاتے ہیں۔

پروپیگنڈے کا محاذ ایک بڑا محاذ پروپیگنڈے کا محاذ ہے۔ اتنا ہی نہیں کہ روز مرہ کی خبروں میں پروپیگنڈے کے حربے مسلمانوں کے خلاف بکثرت استعمال کیے جاتے ہیں، بلکہ اس محاذ کا سب سے بڑا پارٹ یہ ہے (جس کے لیے اخبارات و جرائد کے ساتھ ساتھ کتابوں کو بھی ذریعہ بنایا جاتا ہے) کہ مسلمان ممالک کی ان تمام تحریکوں، جماعتوں اور شخصیتوں کو کوتاہ اندیش، ترقی دشمن اور قدامت پرست بنا کر پیش کیا جائے جو اسلامی تہذیب کے احیاء اور اسلامی اصول و اقدار کے نشو و نما کے لیے کام کر رہے ہوں۔ دوسرے ذرائع کے علاوہ چو طرفہ اُمڈنے والے پروپیگنڈے کے دباؤ سے متعلقہ حکمران طبقوں کو آہستہ آہستہ تھپکا دیا جائے کہ وہ ان کو نشانہ تشدد بنائیں۔ اور جب کوئی حکومت ایسا کارنامہ انجام دے دے تو عالمی پروپیگنڈے کے ایوان میں مرحبا و آحسنت کی صدائیں گونج اٹھیں۔ حالانکہ فی الاصل یہ بیوقوف بنا کر کسی قوم کے اپنے ہاتھوں اس کی قوت تباہ کرانے کا کھیل ہوتا ہے، اور داد دینے والے زیرِ لب اس بیوقوفی پر ہنسی اڑاتے ہیں۔ پچھلی نصف صدی میں یہ مکارانہ ہتھکنڈا ابھارے خلاف متعدد بار استعمال کیا جا چکا ہے۔ اور اس حربے سے کام لینے میں سرمایہ دار، کمیونسٹ اور صیہونی سبھی بالکل یک رنگ

ثابت ہوتے ہیں۔

پروپیگنڈے اور دیگر سازشی تدابیر کا ایک استعمال یہ بھی ہوتا رہا ہے کہ کسی بھی مسلمان ملک کی جو حکومت و قیادت یا جو شخصیت دوسروں کے لیے اچھا آلۂ کار نہ بن سکی، آہستہ آہستہ اس کے خلاف فضا تیار کر کے اسے برطرف کرا دیا گیا، اور اس کی جگہ اپنی پسند کی پارٹی یا شخصیت کو تخت پر بٹھانے کے لیے حالات سازگار بنا دیئے گئے۔ اور جو لیڈر یا حکمران مفید ثابت ہوا وہ ملک و قوم کے لیے چاہے کیسا ہی وجہِ عذاب کیوں نہ ثابت ہو، اسے توسنِ اقتدار کی زین پر قائم رکھنے کے لیے ہمیشہ سہارا دیا گیا۔

ایڈ کا محاذ "ایڈ" (مختلف شکلوں میں) خود ایک بڑا محاذ ہے جس کے بل پر مسلم معاشروں کے سرکاری اور غیر سرکاری حلقوں میں نفوذ حاصل کیا جاتا ہے، حسبِ منشا نئے نئے محکمے کھڑے کرائے جاتے ہیں، لوگوں کے لیے مفادات کی راہیں نکالی جاتی ہیں، وظائف دیئے جاتے ہیں، کاروباری معاملات کے راستے بنائے جاتے ہیں، منڈیوں پر تسلط حاصل کیا جاتا ہے، مہنگے داموں اپنی مصنوعات بیچی جاتی ہیں، اپنے آدمیوں کے لیے بھاری تنخواہوں پر کام نکلوائے جاتے ہیں، ضمیر فروش اشخاص کو خریدا جاتا ہے، معلومات جمع کی جاتی ہیں، "بظاہر آزاد" ملکوں کی داخلی سیاسیات اور خارجہ تعلقات پر اثر ڈالا جاتا ہے۔ نیز ایڈ دینے کے محسنانہ اثر سے ایسے پُراسرار غیر ملکی اداروں کو تحفظ دلوایا جاتا ہے جن کی سرگرمیاں مسلمانوں کے حق میں سخت مضر ہوتی ہیں۔

لسانی محاذ ایک اہم بیرونی قوتوں کی طرف سے یہ جاری رہتی ہے کہ مسلمان نہ صرف عربی زبان، بلکہ کسی بھی ملک میں اپنی قومی زبان سے دور ہوتے جائیں، یا کم سے کم قومی زبان کمزور اور ثانوی حیثیت میں رہے، عملاً تعلیمی، تجارتی، علمی، مجلسی اور دفتری لحاظ سے کسی بیرونی زبان کو تفوق حاصل ہو۔

قومی زبان کو اس کے ماضی کے علمی و ادبی ذخیرے سے محروم کر کے تہی مایہ بنانے کے لیے مختلف حیلوں سے یہ تحریک بھی چلائی جاتی ہے کہ رسم الخط تبدیل کرا دیا جائے۔

"ترقی" کا محاذ مسلم دشمن منصوبے کی ایک اہم اور بظاہر دلفریب اسکیم سائنسی اور اقتصادی ترقی کی اسکیم ہے۔ بڑی طاقتیں اپنے ماہرین کی رہنمائی، مالی امداد، مشینوں کی سپلائی، تعلیمی توسیع اور تعلیم گاہوں اور لائبریریوں کے لیے فنی کتابوں کی فراہمی کی صورت میں مختلف مسلمان ملکوں پر بظاہر بہت بڑا احسان کرتی ہیں جس کے نتیجے میں عملاً

سائنسی اور اقتصادی ترقی رونما بھی ہوتی ہے۔ لیکن اس سلسلے میں جس نقشۂ کار کے تحت کام کیا جاتا ہے اس کا منشا یہ ہوتا ہے کہ "ترقی" کا خاص مادّی دنیوی اور غیر خدا پرستانہ تصور راسخ کر دیا جائے۔ روحانی قدریں اور اخلاقی روایات اس ترقی کے ریلے میں بہہ جائیں۔ پھر نوبت یہاں تک پہنچتی ہے کہ خود بہت سے مسلمانان کرام دل سے اس امر کے قائل ہو جاتے ہیں کہ اسلامی معتقدات، روحانی تقاضے، اخلاقی قدریں اور ملی روایات ترقی کے راستے میں رکاوٹ ہیں۔ اور وہ علی الاعلان یہ ادّعا کرنے لگتے ہیں کہ اسلامی اصول و احکام ایک خاص دور کے لیے تھے، اور اب یا تو ان کو تبدیل کر کے اسلام کو نیا مفہوم دینا ہو گا، یا پھر اسے ترک کر کے آگے بڑھنا ہو گا۔

پھر اس "مادّی ترقی" کا جادو مسلمانوں کو اس کا بھی قائل بنا دیتا ہے کہ اس ترقی کے ساتھ جو جو کچھ آلائشیں اور مفاسد آرہے ہیں وہ بھی اس کا لازمہ ہیں اور ان کا خیر مقدم کرنا اور اسلامی معاشروں میں ان کی جگہ بنانا بھی ضروری ہے۔

مشینی دور کے اس مادّی تصورِ ترقی کے لائے ہوئے سیلابِ دولت، مظاہرِ ایجادات، معیارِ زندگی کی دوڑ، خواہشوں کے وفور، قوتوں اور اوقات کی دنیوی سرگرمیوں میں کھپت، تفریحات و تعیشات کی لگن اور دوسری طرف محروم طبقوں کی پریشاں حالی کے سامنے اسلام کا تصورِ ترقی نگاہوں سے بالکل اوجھل ہو گیا ہے۔

اب گویا ہم مسلمانوں کے سامنے "ترقی" اور "اسلام" دونوں کے راستے اقوامِ غالب نے بالکل الگ الگ کر دیئے ہیں کہ ایک پر چلو تو دوسرا چھوڑنا پڑے۔ اور ترقی چونکہ زندہ رہنے کے لیے ضروری ہے، لہٰذا چاہے وہ کیسے بھی غلط تصور کے تحت نافذ کی جائے، چار و ناچار اسے اختیار کرنا ہوا۔ اور اسی جدید تصور کے ساتھ اب ترقی کی گاڑی زوروں سے اسلامی معاشروں میں چل رہی ہے۔ اور اسلام اس چلتی گاڑی کو جس پر مسلمان سوار ہیں، اور الحاد جس کا ڈرائیور ہے، خاموشی سے دیکھ رہا ہے، اور سوچ رہا ہے کہ یہ بالآخر کس اسٹیشن پر جا کر رکے گی۔

ترقی اور ترقی کے نعرے کے ساتھ، مخالفِ اسلام یا اسلام سے آزاد تصورِ ترقی کو مسلمانوں میں رائج کر دینا مخالفِ اسلام طاقتوں کی ایک نمایاں کامیابی ہے۔ شاید سادہ لوح مسلمان اغیار کی اس کامیابی کو بڑی دیر میں جا کر سمجھیں گے۔

مسلمان ملکوں میں روپیہ اور لٹریچر کی طاقت استعمال کر کے اُن کی رفتار اضافہ کو یہ ہوا دکھا کر روکنا کہ بڑھتی ہوئی آبادی ترقی میں رکاوٹ ہے، اور اس طرح انہیں نشو و ارتقاء کے مثبت راستے سے ہٹا کر منفی راستے پر لگانا اور مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی آبادی کی طاقت مستقبل کے لیے جو خطرات دنیا کی قیادت کرنے والی بڑی اقوام کے لیے رکھتی ہے اس کی روک تھام کرنا بھی ہمارے مہربانوں کے پروگرام میں شامل ہے۔ مغرب کی اس تحریک نے ہمارے بنیادی تصورات اور اقدار پر کاری ضرب لگائی ہے یعنی اب ہر خاندان کے سامنے دو چیزوں میں سے ایک کے انتخاب کا مسئلہ ہے یعنی زیادہ بچے یا ان کے بالمقابل ریڈیو، کیمرے، ٹیلی وژن، فیشنی لباس، میک اپ کے سامان، خوبصورت فرنیچر، نفیس کراکری، فلمیں، عُریاں تصاویر اور تعیش آموز میگزین وغیرہ ––– دونوں میں سے کیا چاہتے ہو؟ اور مستقبل کے پردۂ غیب میں مستور اولادوں کو لوگ چاروں طرف دکھائی دینے والی ان خوشنما چیزوں پر قربان کر رہے ہیں۔ یعنی انسانیت کی قیمت مادی سامانوں سے گھٹ گئی ہے۔

اس طرح اقتصادی لحاظ سے برتری رکھنے والی بڑی قوموں نے دوسرے مقاصد کے ساتھ یہ فائدہ بھی پیدا کر لیا ہے کہ اپنی مصنوعاتِ آسائش و تفریح (اور ضبطِ تولید کے لوازم) کی منڈیوں میں غیر محسوس طریق سے توسیع کر لی ہے۔ اور توسیع کا یہ سلسلہ جاری ہے۔ یعنی وہ محنت اور آمدنی جو ہم لوگ اپنی اولادوں پر خرچ کرتے اور عیالداری میں سادگی کی راہ اختیار کرنے کی وجہ سے زیادہ تر ملکی اور گھریلو پیداواروں اور مصنوعات پر اکتفا کرتے، اب ہم ضبطِ تولید کے کشتگان کا حصہ دولت اس حکمتِ فاسدہ کے معلمین کے قدموں پر نچھاور کرتے ہیں۔

اس قسم کی تحریکات سے ایک بڑا فائدہ اغیار یہ بھی اٹھانا چاہتے ہیں کہ یہ ضبطِ تولید کے سائنسی طریقوں کو رائج کر کے بدکاری کے راستے کی ایک بڑی رکاوٹ (اندیشۂ باروری) کو دُور کر دینا چاہتے ہیں۔ اس کے بعد مخلوط تعلیم اور "دوش بدوش" قسم کی سماجی زندگی جو گُل کھلائے گی (اور جس کا تجربہ یورپ میں ہو چکا ہے) اس کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ یہ جنسی بحران کا راستہ ہے، اور جس معاشرے میں جنسی بحران پھیل جائے، نہ صرف اسلامی حکمت کے رُو سے، بلکہ تاریخ کے عمومی تجربات کی روشنی میں وہ کمزور سے کمزور تر ہوتا چلا جاتا ہے، اور وہ زندگی کے بڑے بڑے معرکوں میں اپنے حریفوں سے عہدہ برآ ہونے کے قابل نہیں رہتا۔

عصبیت انگیزی کا محاذ مذکورہ مسلم دشمن منصوبے میں ایک پروگرام یہ بھی شامل چلا آ رہا ہے کہ مسلمانوں کے تصورِ

وحدتِ ملت کو تباہ کیا جائے اور ہر ملک میں جداگانہ تصورِ قومیت اُبھارا جائے جس کی بنیاد میں دوسرے مسلمان ملکوں اور نسلوں سے کسی نہ کسی نوع کی منافرت شامل ہو۔ عربوں، ترکوں، ایرانیوں، افغانوں سبھی میں الگ الگ قومی عصبیت ابھاری گئی اور ان میں نزاعات کی دیواریں کھڑی کر دی گئیں۔ اس سے بھی آگے بڑھ کر سامراجی پالیسی کا ایک کرشمہ یہ بھی ہے کہ وہ ایک ایک ملک کے اندر عصبیتیں اُبھار کر اس کی چھوٹی سی وحدت کو بھی پارہ پارہ کر دینا چاہتی ہے۔ خود عربوں کو چھوٹی چھوٹی مملکتوں میں تقسیم کیا گیا، اور پھر ہر مملکت کے اندر مختلف عناصر میں تصادم کے محرکات پیدا کیے گئے۔ چنانچہ متعدد عرب ممالک داخلی طور پر فوجی انقلابی اور خونی تصادموں کے چکر میں مبتلا ہیں۔

پُراسرار اداروں کا محاذ حال ہی میں صہیونیت کے عالمگیر سازشی جالوں کے متعلق جو انکشافات منظرِ عام پر آئے ہیں، نیز فری میسنری تحریک اور ان کے لاجوں کی خفیہ کارروائیوں کے بارے میں جو انکشافات دلائل و شواہد کے ساتھ کیے گئے ہیں، وہ مسلمانوں کے لیے ایک پیچیدہ صورتِ حالات کا نقشہ سامنے لاتے ہیں۔ امریکی سی، آئی۔ اے کے طریقِ کار کی تفاصیل بھی شائع ہو چکی ہیں۔ اور اب تو لائنز کلب اور روٹری کلب کی تنظیموں میں بھی ایک پُراسرار پہلو محسوس کیا جانے لگا ہے۔ اسی کے ساتھ ساتھ مسلمان ممالک میں غیر ملکی مشن اور کانونٹ اسکول اور دوسرے سماجی ادارے مذہبی اور ثقافتی لحاظ سے خطرناک پارٹ ادا کر رہے ہیں۔

ثقافتی محاذ وسیع مسلم دشمن منصوبے کی بہت بڑی اسکیم جسے ہم آخر میں لے رہے ہیں، مسلمانوں کو ثقافتی لحاظ سے شکست دینا ہے۔ اس کے لیے مے و قمار، اور رقص و سرود اور جنسیت زدہ فنونِ لطیفہ کو فروغ دینے کے لیے مسلمان ملکوں میں سعیِ مسلسل سے کام لیا جا رہا ہے۔ وہ خود کہتے ہیں، ثقافتی مظاہرے کرتے ہیں، اور یہ تاثر پیدا کرتے ہیں کہ یہ چیزیں لازمۂ ترقی ہیں۔ ان کی دیکھا دیکھی، اور ان سے ترقی کا سرٹیفکیٹ لینے اور تحسین حاصل کرنے کے لیے (یا کم از کم ان کی طرف سے قدامت و رجعیت کے طعنوں اور گالیوں سے بچنے کے لیے[1]) مسلمان ملکوں میں بھی مغربی ثقافت کے ادارے اور سوسائٹیاں قائم ہوتی ہیں۔ مخلوط تقاریب منعقد ہوتی ہیں، مینا بازار لگتے ہیں، فیشن پریڈ ہوتی ہے۔ لباسوں اور ہیروپوں کے زنانہ مقابلے ہوتے ہیں، ایکٹروں اور ایکٹرسوں کے درمیان کرکٹ اور ہاکی میچ ہوتے ہیں، موسیقی کے جشن اور مقابلے کرائے جاتے ہیں، حد یہ کہ آہستہ آہستہ مقابلۂ حسن کا سلسلہ بھی کہیں کہیں شروع ہو رہا ہے۔ مادرن عورتوں نے

---

[1] کیونکہ مستند ہے ان کا فرمایا ہوا۔

بازو، ٹانگیں، آدھا سینہ اور پیٹ حدودِ ستر سے خارج قرار دے لیے ہیں۔ تنگ لباس اور نیم عریاں جسموں کی نمائش کھلے بندوں شاہراہوں اور پارکوں میں ہو رہی ہے، بالوں کے طرح طرح کے فیشن رواج پا رہے ہیں۔ ساڈرن ہیئر ڈریسنگ سیلونز کے علاوہ بیوٹی کلینک کھل رہے ہیں، اسکولوں میں چھوٹی چھوٹی بچیوں تک سے ناچ کرائے جانے لگے ہیں، بڑے گھروں میں ان "فنونِ مبارکہ" کی تربیت و نمائش کا خاص اہتمام کیا جاتا ہے۔ یہ نئی ثقافت اپنے بھرپور مظاہرے کے لیے مغربی طرز کے ہوٹل اور کلب وجود میں لا رہی ہے، جہاں وہ سب کچھ ہوتا ہے جسے اقوامِ غالب پسند کرتی ہیں اور جس سے انسانیت کو نجات دلانے کے لیے محمد صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کی پاکیزہ اور محکم تعلیمات لے کے آئے تھے۔ روپیہ کمانے کے لیے اب مسلمان ملکوں میں سیاحی کی "صنعت" عام ہو رہی ہے اور اس صنعت کو کامیاب بنانے کے لیے وہ سب کچھ فراہم کرنا پڑتا ہے جس کی مانگ غیر ملکوں کے تفریح پسند گاہکوں کی طرف سے ہوتی ہے — یعنی مئے ارغوان بھی، اور معشوقانِ جواں بھی۔

"ثقافت کا یہ حملہ جس کی پشت پناہی پہلے صرف دلفریب میگزینوں اور لٹریچر اور مصوّر اشتہارات سے کی جاتی تھی، اس کے فروغ کے لیے اب سینما کے علاوہ ریڈیو اور ٹیلی وژن جیسے مؤثر آلات آ گئے ہیں جو براہِ راست ایک ایک گھر اور ایک ایک فرد پر اثر انداز ہو رہے ہیں۔ ان نئے ذرائع نے اب اُن عفیفہ مسلم خواتین کو بھی زد میں لے لیا ہے جو خدا اور رسول کے دین سے کٹنا نہیں چاہتیں، اور جنہوں نے ساری زندگیاں حجاب و عفت کے ساتھ گزاری ہیں۔ پھر معصوم بچوں کے ذہنوں پر یہ آلات ابتدا ہی سے اپنا سحر طاری کر دیتے ہیں۔ اور ان آلات کے واسطے سے جس ثقافت کی تبلیغ ہوتی ہے وہ مخالفِ اسلام مادی ثقافت ہے، اور اس کے زہریلے پن میں اس سے کوئی فرق واقع نہیں ہوتا کہ آپ تھوڑا سا اسلامی پروگرام بھی اس میں شامل کر دیں۔

مادی تہذیب کی پیدا کردہ یہ تحریک ثقافت اسلام کے خلاف ایک خوشنما اور مسحور کن بغاوت ہے۔ یہ انسان کو اخلاقی علو کے اس زینے پر قدم ہی نہیں رکھنے دیتی جو اسلام کے بلند تر روحانی و اخلاقی مقاصد کی طرف لے جاتا ہے۔ یہ اپنے زیرِ اثر افراد اور معاشروں کو سفلگی کے گڑھوں میں محصور کر دیتی ہے۔"

---

[1] اس معاملے میں ہمارے وہ مسلمان بھائی بڑا وسیع خطرے کی زد میں ہیں جو غیر اسلامی معاشروں میں رہنے کے لیے مستقل قیام پر مجبور ہیں۔ ان کو ایک مخالفانہ تہذیبی ماحول چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہے۔ وہ اگر نہ بچاؤ کر سکتے ہیں تو

جارحیتوں کا محاذ | بائبل آخری اور وقتی محاذ کھلی جارحیت کا محاذ ہے جسے کوئی ایک ملک مسلمانوں کے کسی خطے کے خلاف عمل میں لاتا ہے، اور بڑی طاقتیں خفیہ طور پر بھی اور کبھی علانیہ بھی اس کی پشت پناہی کرتی ہیں۔

اس وسیع محاذ کو سامنے رکھ کے سوچیے کہ فلسطین اور کشمیر اور قبرص اور اریٹریا کے مسائل کا حل کیا ہے؛ ہمیں کن تیاریوں کی ضرورت ہے؛ ہماری کن قوتوں میں کمی ہے؛ ہمارے ہاں کن کن جوابی محاذوں کی ضرورت ہے؛ علم و فکر، پروپیگنڈے، نظریاتی کشمکش، اور ثقافتی یلغار اور سفارتی سازشوں کے میدانوں میں ہمیں کیا پوزیشن اختیار کرنی ہے اور کس محاذ کا مقابلہ کن طریقوں سے کرنا ہے۔

ہمیں سب سے پہلے پیچیدہ حالات کے فہم و شعور اور ان کے مطالعہ و تجزیہ کی ضرورت ہے۔ ہمیں اتحاد کی ضرورت ہے ہمیں تقسیم کار کی ضرورت ہے۔ مختصر اور لمبی منصوبہ بندی کی ضرورت ہے۔ اپنے آپ کو بدلنے اور نئی صلاحیتوں سے آراستہ کرنے کی ضرورت ہے، اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ہمیں اسلام کی ضرورت ہے۔ اسلام ہی ہماری تلوار ——— اسلام ہی ہماری ڈھال، اسلام ہی ہماری پناہ گاہ، اسلام ہی ہمارا نصب العین، اسلام ہی ہمارا رشتۂ یگانگت اور اسلام ہی ہمارے لیے دائمی حرکت ہے۔

اسلام سے ہٹ کر سارے تجربے کیے جا چکے اور آج ہم بدترین نتائج سے دوچار ہیں پس اب اگر کوئی راستہ باقی ہے تو وہ صرف اتباعِ اسلام کا راستہ ہے۔

۵۔ ایسی ضوابط تعلیم کے ذریعے جو ثقافتی، اخلاقی، دینی اور سماجی لحاظ سے اپنے بعض اصول و حدود کو متعین کر کے ان کی عملی سے نگہداشت کریں نیز اپنے بچوں کے قرآن، دینی معلومات اور اسلامی تاریخ کی تعلیم کے لیے خصوصی تدابیر اختیار کریں اور اپنے مخصوص اطوار، شعائر اور تقاریب کو ان کے اصل رنگ پر قائم رکھنے کے لیے متحدہ سعی کریں۔